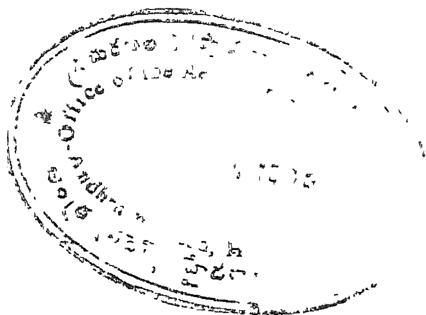
تیسری پھوار

(قطعات)



یوسف روش

نام کتاب : تیسری پھوار (قطعات)
مصنّف : یوسف روشؔ
بار اول : اگست ۱۹۹۷ء
تعداد اشاعت : ۲۵۰
سرورق وکتابت : محمود سلیم
طباعت سرورق : کیشو آرٹ پرنٹرس نیلوفر روڈ حیدرآباد
طباعت : دائرہ پریس چھتہ بازار حیدرآباد ۔۲

قیمت : بیس روپے -/Rs.20

سیما پبلشرز اینڈ بک پروموٹرس
74۔ وینکٹ گیری نگر، یوسف گوڑہ ۔ حیدرآباد 500 045

ملنے کے پتے :
544-8-16 داؤد منزل، جدید ملک پیٹ حیدرآباد
القلم، نزد درگاہ اجالے شاہ صاحبؒ سعید آباد حیدرآباد
حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان حیدرآباد-2

موسم کی تیسری بارش کے نام!...

فہرست

تیسری پھوار سے پہلے

میں نے پچھلے پندرہ سولہ سالوں سے مختلف اصنافِ سخن مثلاً غزل، حمد، نعت، منقبت، سلام اور قطعات وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے۔ چنانچہ دو شعری مجموعے پہلی پھوار ۱۹۹۰ء میں اور دوسری پھوار ۱۹۹۵ء میں منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ تیسری پھوار جو موسم کی تیسری بارش کے نام سے منسوب ہے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس مختصر سے مجموعے میں مختلف قطعات پیش کئے گئے ہیں جن میں عام قطعات کے علاوہ نعتیہ قطعات، قطعاتِ سلام اور قطعاتِ تاریخ ... قابلِ ذکر ہیں۔ اس سلسلے میں ناچیز اپنے برادرِ کلاں رؤف خلش، نصیر بیابانی سردار انجم اور اسمٰعیل خاں پرواز صاحبان کا حد درجہ شکرگزار ہے جن کے مفید مشوروں سے یہ کتابچہ منظرِ عام پر آسکا۔ نیز محمود سلیم اور ڈاکٹر یوسف ندیم کا بھی میں تہہ دل سے ممنون ہوں کہ جنھوں نے اس کی اشاعت کے سلسلے میں اپنا بھرپور تعاون دیا اور میری مدد فرمائی۔

احقر العباد
یوسف روش

۱۶۔ مئی ۱۹۹۷ء جمعہ

قطعہ گوئی

اساتذہ اور اہلِ عروض نے قطعہ کی حسبِ ذیل خصوصیات گنوائی ہیں :

۱۔ قطعہ کے لیئے کوئی مخصوص بحر نہیں۔

۲۔ قطعہ میں مطلع ہو یا نہ ہو مگر عام طور سے اساتذہ نے مطلع نہیں کہا ہے۔

۳۔ قطعہ میں اشعار کی تعداد معین نہیں ہے تاہم آج کل رُباعی نما قطعات کی طرف زیادہ توجہ کی جا رہی ہے یعنی دو اشعار سے زیادہ کے قطعات کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے۔

قطعہ گو شعراء نے دراصل رباعی کی بحر سے بغاوت کی ہے مگر وہ اس صنف کے اب بھی پرستار نظر آتے ہیں۔ ان کو چار مصرعوں میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا۔ قطعہ میں مطلع کہنا۔ چوتھے مصرعے پر اپنے تخیل کی تان توڑنا اب بھی پسند ہے۔ اس لحاظ سے یہ قطعات رباعی کی شکل سے مشابہ ہیں۔ مشہور ہے کہ رباعی نما قطعہ کا تیسرا مصرعہ نظم کرنا، خصوصیت سے دشوار ہے۔ اس میں ہمیشہ اس عروج کی طرف ایک لطیف اشارہ کرنا پڑتا ہے جو چوتھے مصرعے میں بے نقاب کیا جاتا ہے اس طرح جو شاعر تیسرا

مصرع جس قوت سے کہے گا وہ قطعہ کے آرٹ کا اتنا ہی ماہر سمجھا جائے گا۔ قطعہ میں ہر قسم کے موضوعات و مضامین مستعمل ہیں چاہے وہ سماجی ہوں کہ سیاسی یا اخلاقی ہوں کہ مذہبی یا کسی اور قسم کے۔ کبھی کبھی قطعات مخصوص عنوانات کے تحت بھی کہے جاتے ہیں۔ اس لیے ایسے قطعات نظم سے قریب سمجھے جاتے ہیں۔

یوسف روشن

۱۶ر مئی ۱۹۹۷ء جمعہ

نعتیہ قطعات



سر پہ خدا کا سایہ ہے رحمت رسولؐ کی
ایسی عطا ملی ہے تو غمگین کیوں رہوں،
عاصی ہوں پر غلام رسولِ خدا ہوں میں،
بندہ خدا کا ہو کے بھی بے دین کیوں رہوں.



ہر روز سوچتا ہوں کمی کچھ تو رہ گئی
عشقِ نبیؐ ہے دل میں مگر سوز کیوں نہیں
سجدے ہیں روز و شب بھی درود و سلام بھی
لکھنی جو ٹھیری نعت تو پھر روز کیوں نہیں؟



عرش پر لکھا ہے نامِ مُصطفےٰ
حق کا پیمانہ ہے جامِ مُصطفےٰ
ہے رضائے مُصطفےٰ حق کی رضا
ہے پیامِ حق پیامِ مُصطفےٰ



سفر میں مسافر رہا صبح و شام
رہی جُستجو ہر طرح ناتمام
نظر ہے مکدّر قدم ناتواں
پُکارا اُن کو جن کا محمدؐ ہے نام



ہیں نعت اور دُرود و سلام آپ کے لیے
ہوتے رہیں گے پیش مُدام آپ کے لیے
جِنّ و بشر، شجر و حجر سب ہیں ذکر میں
بعد از خدا ہے ذکر تمام آپ کے لیے



اے کاش مقدّر مرا کچھ ایسا سنور جائے
کعبے کی تجلّی مرے سینے میں اُتر جائے
بس جائے تصوّر میں مرے اس طرح طیبہ
طَیبہ ہی نظر آئے جدھر میری نظر جائے



بنوں پیرو میں شیطاں کا مجھے منظور ہی کب ہے
عمل دوزخ کا ہو میرا مجھے منظور ہی کب ہے
غلامِ مصطفےٰ ہوں میں ، غلام مصطفےٰ ہوں میں
خفا پل بھر بھی ہوں آقا مجھے منظور ہی کب ہے



نظر میں میرے کعبہ ہے مرے دل میں مدینہ ہے
جہاں بھی میں رہوں مجھ کو مدینے کی ہوا دیجے
کہیں حسرت الٰہی دل کی دل ہی میں نہ رہ جائے
مدینے تک پہنچنا ہے مدینے کا پتہ دیجے



انبیاءمیں اوّل و آخر ہیں احمد مصطفیٰؐ
کیا پتہ، ہیں اپنی حد میں کتنے بے حد مصطفیٰؐ
روزِ اوّل کی قسم، عرشِ معلّیٰ کی قسم
ابتدا سے انتہا پر ہیں محمد مصطفیٰؐ



بندے خدا کے ہو کے نیابت الگ ہے کیوں
صورت ہے دیندار کی سیرت الگ ہے کیوں
نسبت نبیؐ کی دولتِ دنیا و دین ہے
نسبت نبیؐ کی جب ملی سنّت الگ ہے کیوں



خدا ہی جانے حقیقت ہے کیا محمدؐ کی
نکاتِ مثلِ بشر ہم سے کیا بیاں ہوتے
نبیؐ کے نور سے لوح و قلم ہوئے روشن
نبیؐ نہ ہوتے تو ارض و سماء کہاں ہوتے



نعت لکھتا ہوں مگر کیسے ادا حق ہوگا
کھل کے اظہار کروں یہ مری اوقات نہیں
کیوں دُعائیں مِری ناکام ہوئی جاتی ہیں
کیا مِرے حصّے میں آقا کوئی خیرات نہیں

قطعاتِ سلام



حق پرستوں کو دکھایا راستہ
فاطمہؓ کے لال کی تنویر نے
مرتبہ حق کا بتانے کے لیے
خود کو قرباں کردیا شبیرؑ نے



حق کا سبق حسینؑ نے ہم کو پڑھا دیا
گھر کو خدا کی راہ میں اپنے لٹا دیا
ظالم کے آگے جھکنا کوئی زندگی نہیں
سر اپنا دے کے ابنِ علیؓ نے بتا دیا



پیاسے امام کے لئے جنّت مقام ہے
دوزخ میں باطلوں کا بلکنا مدام ہے
دنیا کے تخت و تاج کی وقعت نہیں روش
حق پر شہید ہونا حُسینی پیام ہے



حق تو بس حق ہے بھلا کیوں کریں تکرار حُسین
حق کا دلدار جو ہے اس کے ہیں دِلدار حُسین
مرضیٔ حق کے مطابق تھی حیاتِ شبیرؑ
جو بھی قرآں نے کہا اس کا ہیں معیار حُسین

قطعاتِ تاریخ

ایڈوکیٹ عارف نظامی صاحب کے وصال پر

لبوں پر وظیفہ

ہے عارف نظامی

کہو تو یہ تحفہ

دُوں عارف نظامی

۱۴۱۲ھ

وفات ۷ راگست ۱۹۹۱ء م ۲۵ رمحرم ۱۴۱۲ھ روز چہار شنبہ

مولانا محمد جمیل احمد صاحب کے سانحۂ ارتحال پر



زروِشِ اُن کے عَمَل کی عِلم کی
فضائے ملّیہ کو دھو چکی
تِری رحمت خدایا ہے بڑی
جمیل احمد کی بخشش ہو چکی

۱۴۱۲ھ

وفات: ۲۶ر ڈسمبر ۱۹۹۱ء م ۱۸ر جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ پنجشنبہ

مولوی محمد کمال الدین صاحب کے وصال پر



بابِ جنّت کے ساتھ کھُل ہی گیا
بابِ آسائشِ کمال الدین
نسبتِ مُصطفیٰ بنی ہے رَوِش
وجہِ بخشائشِ کمال الدین

۱۴۱۳ھ

وفات: ۱۹ر اپریل ۱۹۹۳ء م ۲۶ر شوال ۱۴۱۳ھ

جناب محمد عبدالعزیز حقانی آرکیٹکٹ کے وصال پر



رہ رہ کے غم ستاتا ہے پیہم عزیز کا
کس طرح غم یہ ہوگا بھلا کم عزیز کا
کافور ہوگئی ہے ہماری خوشی رؔوش
دکھ ہم کو دے گیا ہے میاں غم عزیز کا

۱۴۱۶ھ

وفات : ۷ر اکتوبر ۱۹۹۵ء م ۱۱ر جمادی الاوّل ۱۴۱۶ھ شنبہ

بمقام ریاض (سعودی عرب)

جناب نیابت علی عرف چاند برادرِ سردار انجم کے وصال پر



جو پنہاں ہوا اُسی چاند کی
فروزاں ہوئی کرن خُلد میں
دُعا ہے یہی سلامت رہیں
نیابت علی مگن خُلد میں

۱۴۱۷ھ

وفات:۔ ۱۳؍ ڈسمبر ۱۹۹۶ء م ۲؍ شعبان ۱۴۱۷ھ جُمعہ

قطعات



مسجد میں آتے جاتے ہیں ایمان ہو نہ ہو
مفہوم بھی سمجھتے ہیں عرفان ہو نہ ہو
پھولوں میں رہ کے آپ سمجھتے ہیں پھول ہیں
خوشبو سے چاہیے آپ کی پہچان ہو نہ ہو



کیسی ہوتی ہے گیان کی خوشبو
کیا ہے لطفِ بیان کی خوشبو
یہ ضروری نہیں کہ ہر فن داں
جانتا ہو زبان کی خوشبو



جس زندگی میں درد نہیں، زندگی نہیں
وہ دل ہی کیا کہ جس میں کوئی بے کلی نہیں
جس آدمی میں آدمی کا درد ہی نہ ہو
کہنے کو آدمی ہے مگر آدمی نہیں



اظہارِ حال کرتا ہے ظاہر کا آئینہ
ہر اہلِ دل کو ملتا ہے دل جیسا آئینہ
باطن کو پیش کر دے جو ظاہر میں ہُو بہو
میں ڈھونڈتا ہوں مجھ کو ملے ایسا آئینہ



دنیا کا گھر مزار ہے مفلس کے واسطے
دولت نہ ہاتھ آئی کبھی جس کے واسطے
احباب سارے جان کے انجان ہو گئے
بے کس کی زندگانی ہے یہ کس کے واسطے



پنجرے کو اپنے چھوڑ کے اُڑنا پڑا مجھے
حکمِ خدا کے سامنے جُھکنا پڑا مجھے
میں کیا مِری اَنا ہی کیا میرا عمل ہی کیا
اِنصاف کے ترازو میں تُلنا پڑا مجھے



رکھ لیے ہم نے تسلّی کو غموں کے سائے
بانٹنے پھول محبّت کے خوشی سے لائے
زندگی پیش کرو فن کے قلم سے ایسی
ہر گلِ سنگ سے احساس کی خوشبو آئے



گھر سے جو بزمِ خرابات سجانے نکلے
خود کو دنیا کی نگاہوں سے گرانے نکلے
کون سمجھائے انہیں اِن کو خدا ہی سمجھے
اپنے ہاتھوں سے جو ایمان مٹانے نکلے



تنقید کرنے والوں میں سب معتبر کہاں
ذی حوصلہ وہ ہو کے بھی ہیں ذی اثر کہاں
دانشوری ہے مخزنِ علم و ادب رَوِشؔ
اِک تبصرہ نگار کہاں دیدہ ور کہاں؟



کیا کیا نہ دیا جینے کو دنیا میں خدا نے
سب نعمتیں اللہ کی بندوں کے لیے ہیں
لیکن یہ ستم کیا ہے ہر چیز بھلا کر
انساں نے جہنّم کے سبھی کام کیئے ہیں

(سالِ نَو کی آمد پر)



اے نئے سال تُو مقدّر دیکھ
جلنے والوں کا غم نہ مُڑ کر دیکھ
کل کا سورج کبھی کا ڈوب چکا
اب نئے دَور کا تو منظر دیکھ



سال آتا ہے سال جاتا ہے
کام کوئی نیا نرالا کر
اپنی تقدیر پہ نہ رکھ الزام
اپنی تدبیر سے اُجالا کر



بے بسی جوں ہی گھیر لیتی ہے
اپنا چہرہ اُتر سا جاتا ہے
جب بھی ہوتا ہے سامنا غم کا
یاد پروردگار آتا ہے



رات ہو یا کہ دن سبھی لمحے
ایک گردش کے تانے بانے ہیں
مٹّی سونا بھی ہوگئی تو کیا
ہم تو مٹّی میں جانے والے ہیں



زعم کرنے میں شان ہی کیا ہے
بند مٹھی ہے لاکھ کی مٹھی
کس نے دریا سخن کا پار کیا
اچھے اچھوں کی ہو گئی چھٹی



ہم یہاں آشیاں میں کب خوش ہیں
صبح اُلجھن ہے شام آفت ہے
بات تم کس وطن کی کرتے ہو
اپنا اصلی وطن تو جنّت ہے



آج آیا ہے کل تُو جائے گا
کچھ تو یاں کی فضا بدلتا جا
زندگانی کا کیا بھروسہ ہے
جو بھی کرنے ہیں کام کرتا جا



میں نے مانا کہ خاک ہونا ہے
اپنی آنکھوں میں نُور پیدا کر
موت آنے سے پہلے دنیا میں
جینے والے بھلا کسی کا کر



کوئی اچھا یا بُرا یا کہ ہو ادنیٰ، اعلیٰ
فن تو فن کار کے حصّے میں مگر آتا ہے
بے ریا کام غنیمت ہے زمانے میں رَوِش
میرے کمزور قلم کو یہ ہُنر آتا ہے



یہ ادب گاہِ سُخن ہے یہاں آتے جاتے
ہاں میں ہاں میری بھریں لوگ ضروری تو نہیں
میرے اشعار میں گرمی ہے نہ سردی ہے رَوِش
آہ یا واہ کریں لوگ ضروری تو نہیں



مَیں نامور نہیں ہوں تو گمنام بھی نہیں
کہتے ہیں لوگ مَیں تو ہزاروں میں ایک ہوں
مجھ کو پسند ہی نہیں ظاہر کی زندگی
ظاہر خراب ہے مرا اندر سے نیک ہوں



کیا کریں کیا نہ کریں کچھ تو بتاؤ آخر
غم کی ہر روز کہانی سے کلیجہ دھڑکے
کون جانے یہ سماں ہم کو دوبارہ نہ ملے
بات کچھ ایسی کرو آج طبیعت پھڑکے



اُن سے جتنی ملی نظر مجھ کو
اُس سے بڑھ کر مِری بساط کہاں
یہ سمجھنا رَوِشؔ ہے نادانی
غم میں لذّت کہاں نشاط کہاں؟



غم بیاں کرنے سے غم کچھ کم ہوا
لیکن اس کا دوسرا عالم ہوا
مل سکا نہ پھر بھی کچھ دل کو سکوں
ضبطِ غم سے اور تازہ غم ہوا



شعر احباب کو سُنانا ہے
نام پاتا نہ دام پانا ہے
مجھ کو خالق کی دین کے آگے
عجز سے اپنا سر جھکانا ہے



یوں تو ہر شوق میرا اپنا ہے
شعر گوئی خدائی جذبہ ہے
میں نہیں مار یں زمانے کی
میرے شعروں نے مجھ کو مارا ہے



کیسے کیسے کھٹے میٹھے ذائقے
کچھ زباں پر ذہن میں کچھ رہ گئے
ایک باقی ذائقہ ہے موت کا
وہ مزہ ملتا ہے کس دن دیکھئے



ایک دن تو جانا ہے
خاک میں ملے گی جان
کہہ رہا ہے یہ قرآں
کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانْ



عارضی دل کی شادمانی ہے
مستقل کب یہ زندگانی ہے
کب تلک زندگی کے بہلاوے
زندگی ایک دن تو جاتی ہے



دُنیا کی جو لذّت ہے یہیں تک وہ رہے گی
اس لذّتِ فانی سے تشفّی نہ ملے گی
جاتے ہیں جہاں والے سبھی عالمِ بالا
ہو اُن کی عنایت تو وہاں بات بنے گی



تیری رحمت کا آسرا لے کر
در پہ تیرے یہ بادہ خوار آیا
چلنا دوبھر تھا اِس لیے ساقی
چار کندھوں پہ یوں سوار آیا



خود پہ جب ہے نہ اعتبار مجھے
اعتبار اب کسی کا کیا کرنا
کوئی دیتا ہے دے سزا مجھ کو
میرا ایمان ہے وفا کرنا



زندگی تُو ہے بھری دنیا میں ایسی جاگیر
جیسے بنتی ہو کسی ریت پہ کوئی تصویر
یہ حقیقت ہے نہ بدلی ہے نہ بدلے گی زنہار
لاکھ تدبیر کرو مِٹ نہیں سکتی تقدیر



وہ حدودِ نظر سے آگے ہے
کرسکے کون اُس کا نظّارہ
اُس کے دیدار کی طلب ہے تجھے
جس کے دیدار کا نہیں یارا



کس کے فریبِ حُسن سے دل مضطرب نہیں
مطلوب کیا ہے کونسی آخر وہ چیز ہے
ایمان کی جو پوچھو تو دل سے یہ پوچھ لو
ہے کون وہ جو تم کو نہایت عزیز ہے؟



سارے عالم میں تیری ہستی کیا
دریا دریا ہے قطرہ کچھ بھی نہیں
توشہ تیار کر تو عقبیٰ کا
عقبیٰ عقبیٰ ہے دنیا کچھ بھی نہیں



حسن کم تر یا خوب ہوتا ہے
لیکن اک دن غروب ہوتا ہے
دونوں عالم میں اس کی ہے تعریف
جو بری العیوب ہوتا ہے



رکھ لیے خود ببول کے کانٹے
پھول اوروں کے درمیاں بانٹے
ایک اپنا جگر ہی تھا ورنہ
کون خوشیوں کو درد کو چھانٹے



ہم کو مطلب ہے سر جُھکانے سے
قُرب یا فصل سے نہیں مطلب
اس کی توفیق کا سہارا ہے
ہجر یا وصل سے نہیں مطلب



کچھ نتیجہ نہیں ہے نالوں سے
ہم ہیں اُلجھے ہوئے سوالوں سے
کاش ہم درس لے لیا کرتے
غم کی پروا نہ کرنے والوں سے



رُکتا نہیں بہار و خزاں کا یہ سلسلہ
خوشبو بنو، شجر بنو، گلشن کبھی بنو
کچھ بھی بنو جہاں میں [illegible] خوش دلی کے ساتھ
اُردو نہ اُردو والوں کے دشمن کبھی بنو



کمالِ فن ہے کہ اوروں کے کام آجائیں
کسی کے دل کو دُکھا کر جہاں میں کیا جینا
بڑی زبان کے اونچے رسالے کیا دیں گے
زبان و دل بھی قلم بھی ہیں جب کہ نابینا



بعض تعریف میری کرتے ہیں
بعض ذلّت سے رُخ بدلتے ہیں
مجھ میں کتنی ہے مصلحت پنہاں
لوگ بالکل نہیں سمجھتے ہیں



میرے ظاہر پہ لوگ ہنستے ہیں
میں تو باطن کا پاس رکھتا ہوں
بات دل کی ہے کون سمجھے گا
اک دِل غم شناس رکھتا ہوں



مسجدوں کی کمائی ساغر میں
رشوتوں کے گلاب گھر گھر میں
کون سچّا ہے کون جھوٹا ہے
کل یہ ہوگا حساب محشر میں



ترکِ لذّت پہ ہے یہ دل مائل
اچھی لگتی ہے تربتوں کی سیر
ایک چبھتی ہوئی پشیمانی!
ڈالتی ہے لہو میں فکرِ خیر

نذرِ نصیر بیابانی

درسِ سخن کا حال تو ہے سب پہ آشکار
ظاہر خدا کا شکر میاں کس پہ کیا کریں
جو بھی خلوص دل میں ہے حضرت نصیرؔ کا
اللہ جانتا ہے عیاں کس پہ کیا کریں

...



لہجہ جدید ہو یا کہن، دل میں ہو لگن
کچھ تو لطیف اشارے ہوں در پردۂ سخن
بحریں کئی ہیں اِن میں رَوِش یہ بھی ایک ہے
مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعِلُن!



میرا جُنونِ میکشی وہ کام کر گیا
مستی سے چُور رات کو مَیں اپنے گھر گیا
شکوہ کسی سے کچھ نہیں اک حادثہ ہوا
اُس حادثے میں کیا کہوں، کیا کیا سنور گیا



پیاری تھی میکشی مجھے احبابِ خاص میں
دل سے لگائے بیٹھا تھا خُم اور ایاغ کو
بیمار کر کے تُو نے الٰہی بتا دیا!
نفرت ہے کیوں شراب سے دِل اور دماغ کو



جس دن ملے شراب تو سمجھو کہ عید ہے
ہر پینے والے شخص کی مٹی پلید ہے
سب جانتے ہیں، دونوں جہانوں کے واسطے
پینے کا ہر خسارہ نہایت شدید ہے



اب بھی ہے وقت چھوڑ دے ظالم شراب کو
دنیا کا ہر خمار تجھے کیوں عزیز ہے؟
آبِ طہورہ شوق سے جنّت میں جا کے پی
آبِ طہورہ پینے کی اِک پاک چیز ہے



محفل نہ تم سجاؤ کہ ہم کو ملال ہو
یا جس سے اچھی خاصی طبیعت نڈھال ہو
پینا پلانا ایک سلیقے کا چاہیئے
نشّہ کرو تو ایسا کہ حالت بحال ہو



ہم کو سبق تو لینا ہے سوکھے گلاب سے
منہ پھیر کر نہ جائیں گے اُجڑے شباب سے
چندا نہ چاندنی سے نہ دل کی کتاب سے
باتیں جو کرنی ہوں تو کریں گے شراب سے

اپنی شاعری کی سولھویں سالگرہ پر



یہ دلِ یوسف رَوِش کیوں دیکھیئے مخمور ہے
شاعری کی سولھویں تقریب سے مسرور ہے
دو پھُواریں آچکی ہیں، تیسری ہے سامنے
مختلف قطعات سے جو ہر طرح معمور ہے

۱۶ اگست ۱۹۹۷ء